بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام میں غفلت کا علاج نماز' محبت دنیا کا علاج اللہ کی راہ میں خرچ کرنا' شہوات و خواہشات کا علاج روزہ اور ان تمام امراض کا جامع اور آخری علاج حج ہے۔ حج میں تمام عبادات کی روح جمع ہے۔ طواف درحقیقت نماز ہی ہے۔ حج کیلئے کافی رقم خرچ کرنا ہوتی ہے۔ حالت احرام میں روزہ کی مانند چند پابندیاں اپنے اوپر لگانا ہوتی ہیں۔ گھربار کو چھوڑنا ہجرت تو ہے ہی اور حج پورا تو گویا شیطان کے خلاف جہاد کی علامتی مشق ہے۔

یہ ہر صاحب استطاعت مسلمان پر لازم ہے خواہ اس کے اوپر اولاد، والدین اور اپنے کاروبار یا ملازمت وغیرہ کی کیسی ہی ذمہ داریاں ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"بے شک لوگوں (کی عبادت) کے لئے جو پہلا گھر بنایا گیا وہ وہ ہے جو مکہ میں ہے' برکت والا اور دنیا جہان کے لوگوں کے لئے سرچشمہ ہدایت۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں'۔۔۔۔۔۔ اور لوگوں پر فرض ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو کوئی (اس حکم سے) انکار کرے تو (یاد رکھو) اللہ دنیا جہان سے بے نیاز ہے"۔ (آل عمرن ۳:۹۶'۹۷)

انسان کی اس سے بڑی تباہی اور محرومی اور کیا ہوگی کہ خدا اس سے بے نیازی اور بے تعلقی کا اعلان فرمائے۔ جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج کو ٹالتے رہتے ہیں اور ہزاروں مصروفیتوں کے بہانے ہر سال یونہی گزارتے چلے جاتے ہیں۔ ان کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے۔

حج اور ہمارا رویہ

حج میں وقت، مال، آرام، دنیوی تعلقات اور بہت سی نفسانی خواہشات کی قربانی ہے اور یہ سب کچھ کسی ذاتی غرض سے نہیں بلکہ صرف اللہ کی خاطر ہے۔ پورے سفر میں تقویٰ کے ساتھ مسلسل خدا کی یاد اور خدا کی طرف شوق وتوجہ کی جو کیفیت آدمی پر گزرتی ہے وہ برسوں قائم رہنے والا اثر دل پر چھوڑتی ہے۔ پھر وہاں پہنچ کر قدم قدم پر انسان ان لوگوں کے آثار دیکھتا ہے جنہوں نے اللہ کی بندگی واطاعت میں اپنا سب کچھ قربان کیا۔ اس راہ میں ہر ظلم برداشت کیا۔ ان روشن نشانیوں سے عزم و ہمت اور جہاد فی سبیل اللہ کا جو سبق ایک سچا مسلمان لے سکتا ہے شاید کسی دوسری چیز سے نہیں لے سکتا مگر.....

ہم پیدائشی مسلمانوں کا حال اس بچے کا سا ہے جو ہیرے کی کان میں پیدا ہوا ہو۔ ایسا بچہ جب ہر طرف ہیرے ہی ہیرے دیکھتا اور پتھروں کی طرح ہیروں سے کھیلتا ہے تو ہیرے اس کی نگاہ میں ایسے ہی بے قدر ہو جاتے ہیں جیسے پتھر۔ دنیا جن نعمتوں سے محروم ہے۔ جن سے محروم ہو کر سخت تکلیفیں اٹھا رہی ہے اور جن کی تلاش میں پریشان ہے۔ وہ نعمتیں ہم کو مفت، بغیر کسی تلاش وکوشش کے صرف اس وجہ سے مل گئیں کہ خوش قسمتی سے ہم مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے ہیں۔ وہ کلمہ توحید جو انسان کی زندگی کے تمام پیچیدہ مسئلوں کو سلجھا کر صاف سیدھا راستہ بنا دیتا ہے' بچپن سے ہمارے کانوں میں پڑا۔ نماز اور روزے کے وہ قیمتی نسخے جو آدمی کو ذمہ دار انسان بناتے ہیں اور انسانوں کو ایک دوسرے کا بھائی، ہمدرد اور دوست بنانے کیلئے جن سے بہتر نسخے آج تک دریافت نہیں ہو سکے ہیں' ہمیں آنکھ کھولتے ہی خود بخود باپ دادا کی میراث میں مل گئے۔ پھر حج جس سے زیادہ شاندار کوئی ایسا طریقہ نہیں جو آدم علیہ السلام کی ساری اولاد کو زمین کے گوشے گوشے سے کھینچ کر خدائے واحد کے نام پر ایک مرکز پر جمع کر دے۔ یہ بھی ہمیں بغیر محنت کے بنا بنایا اور صدیوں سے چلتا ہوا مل گیا۔ مگر ان نعمتوں کی ہم نے کوئی قدر نہیں کی۔ کیونکہ ہم کو اپنے گھر میں ہاتھ آ گئیں۔ اب ہم ان سے بالکل اسی طرح کھیل رہے ہیں، جس طرح ہیرے کی کان میں پیدا ہونے والا نادان بچہ ہیروں سے کھیلتا ہے اور انہیں کنکر سمجھنے لگتا ہے۔

نماز' روزہ' حج یہ سب چیزیں سمجھ بوجھ رکھنے والے انسانوں کی تربیت کیلئے ہیں۔ جو لوگ نہ انکے معنی ومطلب کو سمجھیں، نہ اس فائدے کو حاصل کرنے کا ارادہ ہی کریں جو ان عبادتوں میں بھرا ہوا ہے۔ وہ اگر ان اشکال کی نقل اسی طرح اتار دیا کریں کہ جیسے اگلوں کو کرتے دیکھا ویسا ہی خود بھی کر دیا تو اس سے آخر کس نتیجہ کی توقع کی جا سکتی ہے۔ بد قسمتی سے عموماً آجکل

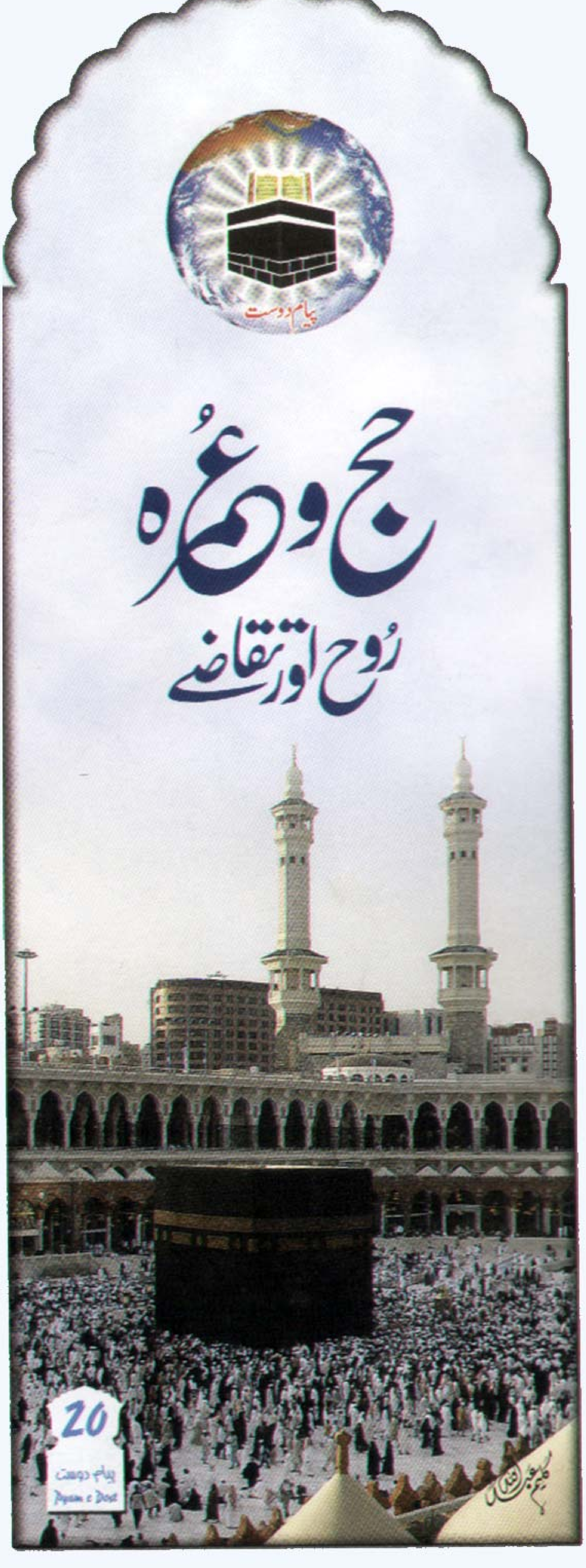

کے مسلمان ہر عبادت کی ظاہری شکل جیسی مقرر کر دی گئی ہے ویسی ہی بنا کر رکھ دیتے ہیں مگر وہ شکل روح سے بالکل خالی ہوتی ہے۔ ہر سال لاکھوں افراد حج کر کے آتے ہیں۔ مگر نہ جاتے وقت ہی ان پر وہ اصلی کیفیت طاری ہوتی ہے جو ایک حرم کے مسافر میں ہونی چاہیے۔ نہ وہاں سے واپس آ کر ہی ان میں کوئی حج کا اثر پایا جاتا ہے۔

کرنے کا کام

ہم نہ صرف حج کے ظاہری احکام بلکہ ان کے پیچھے جو روح کارفرما ہے اس کو بہت اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں۔ آپ حج و عمرہ کا طریقہ اور مسائل تو کسی مستند کتاب میں پڑھ لیں۔ یہاں ہم حج کی ظاہری اور باطنی حکمتیں اور حج کیسے بہتر ادا کیا جائے بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس کیلئے پہلے چند بنیادی حقائق کا سمجھنا ضروری ہے۔

مقصد زندگی

اللہ تعالیٰ نے ایک لافانی عیش کی دنیا یعنی جنت بنائی۔ پھر یہ چاہا کہ ایسی مخلوق پیدا کی جائے جو اپنے آزادانہ اختیار سے اپنے آپ کو اس کا مستحق ثابت کر کے اسے حاصل کرے۔ آدمؑ کی تخلیق کے دن سے ابلیس نے اسکے خلاف اعلان جنگ کر رکھا ہے اور اب اللہ کے بندے قیامت تک کیلئے اپنے اس ازلی دشمن کے ساتھ برسر جنگ ہیں۔ یہی اس دنیا کی آزمائش ہے جس میں کامیابی اور ناکامی پر ہمارے ابدی مستقبل کا انحصار ہے۔ ہمیں خیر کی طرف لپکنا اور شر سے بچنا ہے۔ ابلیس اور اس کا لشکر اس راستے کے ہر طرف بیٹھے ہمیں گمراہ کرنے کی طاق میں ہے۔

اللہ اور انسان کا سودا

اسلام درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک معاہدہ کا نام ہے۔ جس میں ہم اپنا جان و مال جنت کے عوض بیچ دیتے ہیں جو پروردگار نے ہمارے لیے تیار کر رکھی ہے۔ (التوبہ ۹:۱۱۱)

اب جان و مال پر ہمارا کوئی اختیار نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ جب جہاں طلب کریں گے ہم پیش کرنے حاضر ہو جائیں گے۔ یہ عبادت کا آخری درجہ ہے۔ اس سے آگے کوئی چیز نہیں ہے۔ اب جان و مال ہمارے پاس اصلاً امانت ہیں۔ اللہ تعالیٰ اگر حکم دیں کہ مال فلاں کو دو تو ہمیں فوراً خرچ کرنا ہے۔ اسی طرح جب کسی ظلم و سرکشی کے خلاف جان پیش کرنے کیلئے اللہ بلاتے ہیں کہ آؤ اور اپنی جان پیش کرو اور ہم جہاد کیلئے اترتے ہیں تو گویا ہم اس معاہدے کے تحت اپنا فرض پورا کرتے ہیں۔ یہ جان و مال اللہ کو بیچنا، اللہ کی نذر کرنا یہی اسلام کی حقیقت ہے۔ اب یہ اللہ کے سپرد کرنا یاددہانی کا تقاضا کرتا ہے۔

عبادات کی اصل حقیقت

تمام عبادات اصلاً حقائق کی یاددہانی ہیں۔ رکوع سجود کیا ہے۔ اس بات کی یاددہانی کہ اس رب کے سامنے جھک کر رہو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ روزہ اس بات کی یاددھانی ہے کہ خدا کے حکم پر تمہیں زندگی بسر کرنی ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ یہ یاددہانی کراتی ہے کہ مال اصلاً اللہ کا ہے۔ اب جو جان مال ہم اللہ کی نذر کر چکے اس نذر کی یاددہانی کی بھی ضرورت ہے۔ حج و عمرہ میں اپنے جان و مال کو اللہ کی نذر کرنے کے عمل اور اپنے اور خدا کے سب سے بڑے دشمن ابلیس سے جنگ کو علامتی طور پر ادا کر کے ہم اس سبق کو از سر نو تازہ کر کے واپس لوٹتے ہیں۔ عمرہ میں مختصراً اور حج میں یہ عمل تفصیلاً دوہرایا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور مرکز توحید کی تعمیر

عزم و ہمت کا وہ کون سا امتحان تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیش نہ آیا۔ گھر سے نکالا گیا، آگ میں ڈالا گیا لیکن کبھی ان کے جوش و ولولے میں کوئی کمی پیدا نہ ہوئی۔ اپنے وطن سے ہجرت کے بعد انکی پوری زندگی مسلسل مسافرت کی داستان ہے۔ آج شام میں ہیں تو کل مصر میں پرسوں شرق اردن میں ہیں تو اگلے دن حجاز میں۔ کوئی فکر ہے تو صرف اس کی کہ توحید کا کلمہ سربلند ہو اور دعوت توحید کے مراکز جابجا قائم ہو جائیں۔ پھر جب بڑھاپے کے آثار کچھ زیادہ ہی طاری ہوتے محسوس ہوئے اور ادھر یہ نظر آیا کہ اولاد سے تاحال محرومی ہے تو فکر دامنگیر ہوئی کہ میرے بعد اس مشن کو کون سنبھالے گا۔ اللہ سے نیک اولاد کی دعا کی تو معجزانہ طور بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا اور وہ بھی ایسا جسے خود اللہ نے حلیم قرار دیا۔

حج و عمرہ روح اور تقاضے

جیسے جیسے بیٹا بڑا ہوتا گیا۔ یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ کیسی جذباتی وابستگی بوڑھے باپ کو اس بیٹے سے ہوگی اور کیسی امیدیں انہوں نے اپنے دل میں اس سے وابستہ کر لی ہوں گی۔ بیٹا برابر کا ہونے کو آیا تو گویا باپ کا دست و بازو بن گیا۔ ادھر بوڑھا باپ اپنے جوان ہوتے ہوئے بیٹے کو دیکھ دیکھ کر جی رہا تھا اور ادھر ایک آخری آزمائش باقی تھی۔ محبت اور جذبات کی آزمائش اور ایک امتحان باقی تھا آرزوؤں کا امتحان۔ خواب میں انہیں ہدایت ہوئی کہ اس بیٹے کو اپنے رب کی خاطر قربان کر دیں۔ دونوں باپ بیٹے نے فوراً سر تسلیم خم کر دیا۔ عین آخری لمحے پر اللہ نے بیٹے کی جگہ مینڈھے کی قربانی بطور فدیہ قبول کر لی بلکہ اس کی یادگار کے طور پر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے قربانی کا سلسلہ جاری فرما دیا۔ خدا کی امانت خدا کے حوالے کرنے کی اس سے بڑھ کر کوئی مثال نہیں ملتی۔ باپ نے اس چیز کو قربان کرنے کا عزم کر لیا جو اس کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھی اور بیٹے کی تو کل کائنات صرف اس کی جان ہی تھی۔ اس طرح دونوں نے اپنے کمال اطاعت و اسلام کو آشکار کر دیا۔ ایثار و قربانی کے ان مشکل امتحانات سے گزر کر ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کے لقب کے مستحق قرار پائے اور دوسری طرف امام الناس کے منصب پر فائز ہوئے۔ اللہ کے حکم پر دونوں نے مل کر توحید کے پہلے اور عظیم ترین مرکز یعنی بیت اللہ کی دیواریں اٹھائیں۔ بیت اللہ کی تعمیر کے بعد انہیں حکم ہوا۔

"اور لوگوں میں حج کی منادی کرو"۔ (الحج ۲۲:۲۷)

یہ صدا ہے جو صدیوں پہلے بلند ہوئی اور جس کے جواب میں لبیک لبیک کہتے ہوئے ہم مکہ مکرمہ میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بنائی ہوئی مسجد حرام کے لئے عزم سفر کرتے ہیں۔

حج کے شعائر

حج کے مناسک کو قرآن میں شعائر کہا گیا ہے یعنی علامتی چیزیں۔ حج کی ساری چیزیں خداپرستی کی کسی نہ کسی حقیقت کو محسوس کرانے کیلئے علامت کے طور پر مقرر کی گئی ہیں۔

احرام حج و عمرہ میں احرام اس بات کی علامت ہے کہ بندہ مومن نے دنیا کی لذتوں، مصروفیتوں اور مرغوبات سے ہاتھ اٹھا لیا ہے اور دو ان سلی چادروں سے اپنا بدن ڈھانپ کر بالکل راہبوں کی صورت بنائے اپنے پروردگار کے حضور میں پہنچنے کے لئے نکل کھڑا ہوا ہے۔

تلبیہ لبیک کی یہ پکار سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی پکار کا جواب ہے۔ اب یہ صدا دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچ چکی ہے اور اللہ کے بندے اسکی نعمتوں کا اعتراف اور اس کی توحید کا اقرار کرتے ہوئے اس صدا کے جواب میں لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کا یہ دلنواز ترانہ پڑھتے ہیں۔

حجر اسود پر جب وہ اپنا ہاتھ رکھتا ہے تو دل پر یہ حقیقت نقش ہو جاتی ہے کہ یہ گویا اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے رہا ہوں اور عہد و میثاق کی قدیم روایت کے مطابق اسے چوم کر اپنے اس عہد کی تجدید کرتا ہے کہ اسلام قبول کر کے وہ اپنی جان و مال سب اللہ کے سپرد کر چکا ہے۔

طواف نذر کے پھیرے ہیں۔ دین ابراہیمی میں یہ روایت قدیم سے چلی آ رہی ہے کہ جس کی قربانی کی جائے یا جس کو عبادت گاہ کی خدمت کیلئے نذر کیا جائے اسے عبادت گاہ یا قربان گاہ کے سامنے پھرایا جائے۔

سعی اسماعیلؑ کی قربان گاہ مروہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"قربان گاہ مروہ اور پھر مکہ کی تمام گلیاں ہیں"۔ (موطاء امام مالک)

بعد میں امت کی سہولت کی خاطر قربان گاہ کو منیٰ تک وسعت دے دی گئی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کیلئے نکلے تو انہوں نے صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہو کر اس قربان گاہ کو دیکھا تھا اور پھر حکم کی تعمیل کے لئے ذرا تیزی کے ساتھ چلتے ہوئے مروہ کی طرف گئے تھے۔ قرآن نے سعی کو "یَطَّوَّفَ" (البقرۃ ۲:۱۵۸) یعنی طواف ہی کہا ہے۔ چنانچہ سعی اس قربان گاہ مروہ کا طواف ہے۔ بعض روایات کے مطابق یہ حضرت ہاجرہؑ کے صفا و مروہ کے درمیان پانی کی تلاش میں دوڑنے کی یادگار ہے۔

رمی ابلیس پر لعنت اور خدا کے دشمنوں کے خلاف جنگ کی علامت ہے۔ اس طرح ایک حاجی گویا پروردگار کے دشمنوں کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہے۔

قربانی یہ اپنی جان خدا کے حضور پیش کرنے کی علامت ہے۔ حاجی گویا اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ جس طرح اس نے خدا کی خوشنودی کے لیے جانور قربان کیا ہے اسی طرح اگر کبھی

دین کو ضرورت لاحق ہوئی تو وہ اپنی جان کا نذرانہ بھی خدا کے حضور پیش کر دے گا۔ اور اس میں جو دل کی کیفیت مطلوب ہے اس طرف قرآن نے توجہ یوں دلائی۔

"اللہ کے پاس نہ ان قربانیوں کا گوشت نہ خون پہنچتا ہے، ہاں اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے"۔(الحج ۳۷:۲۲)

سر کے بال منڈوانا پرانے زمانے میں کوئی شخص کسی کا غلام بن جاتا تھا تو اس کا سر مونڈھ دیا جاتا تھا۔ حج کے موقع پر ہم اپنا سر منڈوا کر اپنے آپ کو رب کی بندگی میں دے دیتے ہیں اور خداوند کی اطاعت و دائمی غلامی کی اس علامت کے ساتھ واپس لوٹتے ہیں۔

مراسم حج

انسان کی ابلیس کے خلاف جنگ کو حج میں علامتی طور پر ادا کرایا جاتا ہے۔ گویا اللہ کی پکار پر وہ اپنا گھر، کاروبار سب چھوڑ کر حکم کی تعمیل میں لبیک لبیک کہتا پہنچ جاتا ہے۔ اس طرح وہ گویا علامتی طور پر یہ کر کے دکھاتا ہے کہ جب بھی اس کے رب نے جس محاذ پر اپنے دشمنوں سے جنگ کیلئے پکارا وہ فوراً پہنچے گا اور اپنا جان و مال اس جنگ کی نذر کر دے گا۔ جذبہ جہاد، جو بندگی کی معراج کمال ہے، وہ ان سارے اعمال میں اس طرح سمایا ہوا ہے کہ پورا حج صاف جہاد کی علامتی مشق معلوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے خواتین کے متعلق فرمایا۔

"ان پر ایسا جہاد فرض ہے، جس میں قتال نہیں ہے اور وہ حج و عمرہ ہے"۔(ابن ماجہ)

۸ ذی الحج کو احرام باندھ کر اللہ کے بندے گویا اپنے پروردگار کی پکار پر دنیا کے مال و متاع اور اسکی لذتوں اور مصروفیتوں سے ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ پھر لبیک لبیک کہتے ہوئے میدان جنگ میں پہنچتے اور بالکل مجاہدین کے طریقے پر مکہ مکرمہ سے ۵ کلومیٹر دور منیٰ کی وادی میں ڈیرے ڈال لیتے ہیں۔ گویا فوج نے ڈیرے ڈالے اور سامان وہاں رکھا۔

اگلے دن تمام مجاہدین کو گویا اگلے محاذ پر پہنچنے کا حکم ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ سب ایک کھلے میدان (عرفات) میں پہنچتے ہیں۔ بیت اللہ کو اجتماع گاہ بنانا اتنے جم غفیر کیلئے ممکن نہ تھا۔ عرفات خانہ کعبہ کا اس دن گویا قائم مقام ہے۔ لہٰذا یہاں شیطان کے خلاف اس جنگ کے تمام مجاہدین جمع ہوتے، اپنے گناہوں کی معافی مانگتے اور اس جنگ میں کامیابی کے لئے دعا و مناجات کرتے ہیں۔ ظہر کے وقت وہ اپنے امام کا خطبہ سنتے ہیں۔ نمازیں جہاد کی طرز پر قصر اور جمع کر کے پڑھی جاتی ہیں۔ خطبہ کے بعد عصر سے مغرب تک مسلسل ہاتھ اٹھائے دعا میں مصروف رہتے ہیں۔

مزدلفہ راستے کا پڑاؤ ہے۔ نمازیں جمع کر کے پڑھنے کے بعد ساری رات اطمینان سے حاجی سوتے ہیں (حضور ﷺ کی زندگی کی یہ واحد رات ہے، جس میں آپ ﷺ نے تہجد نہیں پڑھی۔ مسلم) اور صبح اٹھ کر فجر کے بعد میدان میں اترنے سے پہلے ایک مرتبہ پھر دعا و مناجات کرتے ہیں۔ گویا مجاہدین آرام کر چکے، اب وہ میدان جنگ میں اتر رہے ہیں۔

منیٰ پہنچ کر شیطان پر سنگ باری کرتے، اپنے جانوروں کی قربانی پیش کر کے اپنے آپ کو خداوند کی نذر کرتے، سر منڈاتے ہیں اور نذر کے پھیروں کے لئے اصل عبادت گاہ یعنی خانہ کعبہ اور قربان گاہ یعنی مروہ حاضر ہو جاتے ہیں۔ پھر وہاں سے لوٹتے اور اگلے دو یا تین دن اسی طرح شیطان پر سنگ باری کرتے رہتے ہیں۔

خانہ کعبہ ملت اسلامیہ کا دل

کعبہ کا یہ مرکز اسلامی دنیا کے جسم میں دل کی مانند ہے۔ جیسے دل خون دور دراز رگوں سے کھینچتا اور پھر اسے صاف کر کے واپس بھیج دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح اسلامی دنیا کا یہ دل بھی سارا سال دور دراز رگوں تک سے خون کھینچتا اور پھر اس کو مزید صاف و پاکیزہ بنا کے واپس رگ رگ تک پھیلا دیتا ہے۔

مدینہ منورہ

- مدینہ کے راستہ میں اور وہاں دوران قیام درود و سلام سے بہتر کوئی مصروفیت نہیں۔
- آپ ﷺ نے اپنے اس محبوب شہر کو بھی "حرم" فرمایا ہے۔ لہٰذا اس کے اندر ممنوع افعال سے پرہیز کیا جائے اور اس کی عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وہاں زندگی گزاری جائے۔

جانے سے پہلے

- حج رزق حلال سے کیجئے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

"ایک شخص اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے کہ اے رب جبکہ اس کا کھانا پینا، لباس اور غذا سب حرام ہیں تو اُس کی دعا کیسے قبول ہو"۔(متفق علیہ)

- حج ایک ایسا منفرد عمل ہے جس کی وجہ سے تمام چھوٹے بڑے گناہ جو حقوق اللہ سے متعلق ہوں، سب کے سب معاف ہو جاتے ہیں۔ البتہ حقوق العباد کے معاملہ میں تلافی کے بغیر توبہ بے معنی ہے۔ اگر کسی نے ظلم کیا ہے تو اسے مظلوم سے معافی مانگنا ہوگی۔ یہ چیز عقل عام اور دین و اخلاق کے خلاف ہے کہ کسی کا حق مار کر اس پر قابض بھی رہیں اور ساتھ اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ بھی کرتے رہیں۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے آپ ایک بیوہ کا مکان ہتھیا لیں اور کہیں کہ میں رہوں گا تو اسی میں، لیکن سچے دل سے اللہ کے حضور معافی مانگتا ہوں۔ یہ چیز قابل قبول نہیں ہے۔ تاہم، کسی معاملے میں اگر تلافی کی کوئی صورت ہی باقی نہ رہے، مثال کے طور پر مظلوم دنیا سے رخصت ہو گیا ہے اور وارث بھی نہیں ہیں تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہنا چاہیے۔
- حج پر روانہ ہونے سے کم از کم ایک ماہ قبل حج کے موضوع پر مستند کتب کا مطالعہ شروع کر دیجیے۔ حج کے تربیتی پروگراموں میں شرکت اور حج کے حوالے سے آڈیو ویڈیو کیسٹس سنیے۔ حج کی تاریخ اور حج کے ایک ایک رکن کی حقیقت پر غور کیجیے۔ اور خدا کا دین، حج کے ان ارکان کے ذریعے بندہ مومن کے دل میں جو جذبات پیدا کرنا چاہتا ہے انہیں سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ اور پھر ایک باشعور مومن کی طرح پورے شعور کے ساتھ حج کے ارکان ادا کر کے ان حقیقتوں کو جذب کرنے اور ان کے مطابق زندگی میں صالح تبدیلی لانے کی کوشش کیجیے جس کیلئے خدا نے مومنوں پر حج فرض کیا ہے۔
- کیا ہی اچھا ہو کہ آپ جانے سے پہلے ترجمہ قرآن سیکھ لیں۔ اس سے آپ کی نمازوں کا لطف دوبالا ہو جائے گا۔ سیرت کی چند اچھی کتب کا مطالعہ کر کے جائیں۔ کوئی اچھی قرآنی و مسنون دعاؤں کی کتاب ساتھ لے جائیں۔ تہجد، طواف اور قبولیت کے دیگر مواقع پر تمام دعائیں پوری توجہ کے ساتھ مانگیں۔

اور زاد راہ ساتھ لے جاؤ

"اور (سفر حج کیلئے) زاد راہ ساتھ لے جاؤ اور سب سے بڑا زادراہ تقویٰ ہے"۔(البقرۃ ۱۹۷:۲)

یعنی اصل زادراہ خدا کا خوف اور اسکے احکام کی خلاف ورزی سے اجتناب اور زندگی کا پاکیزہ ہونا ہے۔ اس کیلئے مندرجہ ذیل باتوں کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا جائے۔

- اس بات کو اچھی طرح ذہن میں بٹھا لیجئے کہ آپ سفر پر جا رہے ہیں اور سفر کتنا ہی آرام دہ کیوں نہ ہو آخر "سفر" ہوتا ہے۔ وہاں آپ کو گھر جیسا آرام کبھی نہیں مل سکتا، نہ آپ کو اس کی توقع رکھنی چاہیے۔ سفر میں بے آرامی ضرور ہوگی۔ آپ ابھی سے اس کیلئے تیار رہیں۔
- حج کے اس پورے سفر میں آپ یہ تصور کر لیں کہ آپ کا کوئی حق نہیں ہے جو آپ دوسروں سے طلب کریں۔ البتہ آپ کو ہر ایک کیلئے ایثار کرنا ہے۔
- ہر وقت یہ بات یاد رکھیں کہ یہ پورا سفر دراصل ایک مسلسل تربیت گاہ ہے۔ اس میں لڑائی جھگڑے، گناہ اور دوران حج شہوت کی بات سے بھی ہر صورت اجتناب کرنا ہے۔ اگر کوئی آپ سے الجھ پڑے تو مشتعل ہو کر حالات کو زیادہ خراب نہ کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا

"جو شخص حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے میں اس کے لئے ایک گھر کا ضامن ہوں جو بہشت کے بیچ میں ہوگا"۔(ابوداؤد)

- آپ ﷺ کے اس فرمان کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ

"مومن کو جو کوئی تکلیف یا غم یا درد پہنچتا ہے۔ یہاں تک کہ (معمولی) فکر بھی جو اسے لاحق ہوتا ہے۔ اس کے عوض بھی اللہ اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے"۔(ترمذی)

- اچھی طرح یاد کر لیجئے کہ اس سفر سے آپ کا مقصد "حج کرنا" ہے، سیر و تفریح کرنا اور

مادی ساز وسامان خریدنا نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی توجہ اور وقت کا بیشتر حصہ وہ شے لے لے جو آپ کا اصل مقصد نہیں تھا۔

- کیا یہ مناسب نہیں کہ جس عبادت کے لئے آپ اتنی دور آئے ہیں اسے بہتر طور پر ادا کرنے کے لئے آپ کچھ دن کے لئے اس بات سے بے نیاز ہو جائیں کہ آپ سے حسن سلوک ہو رہا ہے یا بدسلوکی کیونکہ یہ تھوڑا سا وقت اپنی انا کو پالنے اور اپنے نفس کی عزت افزائی میں لگے رہنے کے لئے نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ ذکر و تسبیح، دعا و استغفار، درود وسلام اور طواف وتلاوت کرنے، رضائے الٰہی حاصل کرنے اور اجر وثواب سمیٹنے کے لئے ہے۔
- ایسا نہ ہو کہ مشکلیں چھوٹی ہوں یا بڑی آپ کو ذکر الٰہی اور تزکیہ نفس کی مصروفیت سے ہٹا کر اپنی "مظلومیت" کے احساس میں الجھالیں۔ جب کوئی دقت محسوس ہو رہی ہو تو سوچیں یہ واقعی اتنی ہی بڑی ہے جتنی مجھے نظر آرہی ہے یا کہ مجھے شیطان دل شکستہ کرنے کیلئے اس کو بڑھا چڑھا کر پیش کر رہا ہے۔ اصل شے مشکلات نہیں مشکلات کا احساس ہے۔ جو انسان یہ سمجھ لے کہ دکھ تکلیف نے مجھے نفع ہی دینا ہے اسے تکلیف کم محسوس ہوگی۔
- جہاں تک دعا کا تعلق ہے یہ تو ہر حال میں مومن کا ہتھیار ہے۔ جو مومن اس ہتھیار سے غفلت برتے گا وہ جلد ہی محسوس کرلے گا کہ شیطان کے لشکر چاروں طرف سے یلغار کرتے آرہے ہیں اور وہ تن تنہا بے سہارا کھڑا ہے۔ اللہ سے آسانی کی دعا مانگتے رہیے۔

یاد رکھیے کہ یہ حج کا سفر آپ کی زندگی کی وہ بہار ہے جو شاید پھر کبھی لوٹ کر نہ آئے۔ جتنے پھول چنے جاسکتے ہوں چن کر اپنا دامن بھر لیجیے۔ باقی کاموں کے لئے تو ساری زندگی پڑی ہے۔ اگر آپ نے اپنے سفر سے پہلے اپنے ذہن میں ان باتوں کو اچھی طرح بٹھالیا تو ان شاء اللہ آپ کی راہیں خدا کی مہربانی سے بہت آسان ہو جائیں گی۔

نئی زندگی

آپ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے خدا کیلئے حج کیا اور (اس کے دوران) نہ کوئی فحش بات کی اور نہ کسی گناہ کا مرتکب ہوا تو وہ اس طرح (گناہوں سے پاک صاف ہو کر) لوٹے گا جیسے وہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اُسے جنم دیا تھا"۔ (بخاری)

اس حدیث پر غور کریں تو محسوس ہوتا ہے کہ جہاں ایک عام مسلمان کو خدا تعالیٰ صرف ایک زندگی دیتا ہے جو اس کی ولادت سے شروع ہو کر اُس کی وفات پر ختم ہو جاتی ہے۔ وہاں حاجی کو وہ گویا دو زندگیاں عطا فرماتا ہے۔ ایک وہ جو اُس کی ولادت سے شروع ہو کر اُس کے حج کرنے تک چلتی ہے اور دوسری وہ جو اس کے حج کر لینے سے شروع ہو کر اُس کی وفات پر ختم ہوتی ہے۔ اور جس طرح اس کی پہلی زندگی معصومیت سے شروع ہوئی تھی اسی طرح اس کی دوسری زندگی بھی معصومیت سے شروع ہوتی ہے کیونکہ حج کرنے کے باعث اس کی پہلی زندگی کے گناہ اس کے نامہ اعمال سے مٹا دیے گئے ہوتے ہیں۔ پھر ایک معاملے میں تو اُس کی دوسری زندگی پہلی زندگی سے بھی بہتر ہوتی ہے۔ وہ اس طرح کہ پہلی زندگی کا تو بہت سا حصہ بچپن اور لڑکپن کی شکل میں بے شعوری میں کٹ گیا تھا مگر دوسری زندگی تو شروع ہی شعور کے ساتھ ہوتی ہے۔

۸ ذوالحجہ کو جب آپ نے احرام باندھا تو گویا پہلی زندگی کو ختم کر کے کفن میں ملبوس ہو گئے اور دس ذی الحجہ کو قربانی کر کے جب بال اتروائے تو گویا دوسری زندگی کا آغاز کر دیا۔ اب وہ پہلی زندگی تو اپنے تمام گناہوں اور خطاؤں سمیت ختم ہوگئی لیکن .....

اب آگے کیا ارادہ ہے؟

واپسی کا سفر شروع کرتے ہی ذرا اپنا دل ٹٹول کر دیکھیے اور پھر روزمرہ زندگی میں بار بار دیکھتے رہیے کہ حج نے ہمارے اندر کہاں تک تبدیلی پیدا کی ہے؟ ذرا غور تو کریں کہ

- کیا آپ کو ان مقامات کو چھوڑ آنے کا دکھ ہے۔ جنہیں آپ شاید ہمیشہ کے لئے چھوڑ آئے ہیں؟ یا آپ اسی فکر میں غرق ہیں کہ جو غیر ملکی اشیاء آپ نے وہاں خریدی تھیں وہ وطن پہنچنے پر کس طرح کسٹم سے بچ جائیں؟
- کیا آپ کے دل میں یہ تڑپ موجود ہے کہ اب جو گناہوں سے پاک زندگی ملی ہے اُسے گناہوں سے بچائے رکھوں؟ یا کہ جن دنیاوی دھندوں کی طرف آپ واپس لوٹ رہے ہیں انہوں نے ابھی سے آپ کے ذہن کو اپنے آپ میں مصروف کرلیا ہے؟
- کیا آپ نے قرآن مجید کو باقاعدگی سے سمجھ کر پڑھنے کا فیصلہ کرلیا ہے؟
- کیا اب آپ اپنی عبادات کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں؟
- کیا آپ کو اس دنیوی زندگی کی اہمیت اور اس کے مختصر ہونے کا اتنا پتہ چل گیا ہے کہ آپ نے فضول باتیں اور فضول کام دونوں چھوڑ دیے ہیں؟
- کیا آپ نے حقوق، حقوق چلاتے رہنے کے بجائے فرائض ادا کرنے کی طرف توجہ دینی شروع کردی ہے؟
- کیا آپ کو اب یہ فکر رہتی ہے کہ آپ کی آمدن حلال ہو؟
- کیا آپ کے دلوں سے اپنے متعلقین کی "زیادتیوں" کے شکوے کم ہوئے ہیں؟ کیا آپ نے ان کی زیادتیوں کے ساتھ اپنی زیادتیاں بھی دیکھنی شروع کی ہیں؟

اب اگر آپ میں یہ تبدیلیاں آگئی ہیں یا ان کا کچھ حصہ بھی نظر آرہا ہے تو پھر اس مالک کا کروڑ بار شکر جس نے پہلی خطائیں بھی مٹائیں اور آگے سے بھی توفیق نیک عطا فرمائی۔ اور اگر آپ ویسے ہی ہیں جیسے حج کرنے سے پہلے تھے، تو پھر.....

اے دل تجھ پر افسوس ہے کہ جس خانہ کعبہ کو قرآن میں بابرکت اور دنیا کیلئے باعث ہدایت کہا گیا ہے تو وہاں سے ہو آیا مگر پھر بھی تجھ میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ کیا تو صرف اس لئے گیا تھا کہ گزشتہ گناہوں کو معاف کروالے؟ آئندہ کے لئے گناہوں کے آگے بند باندھنے کی توفیق اور طاقت حاصل کرنا تیرا مقصد نہ تھا؟

آخری بات

عمر بھر ہم لوگ گناہوں کی گٹھڑیاں باندھ باندھ کر رکھتے رہتے ہیں اس خیال سے کہ حج کو جائیں گے تو یہ سب وہاں پھینک آئیں گے۔ اب اگر تو خدا کی طرف سے وہاں پہنچنے کا موقع مل گیا تو پھر تو یہ وہاں پھینک ہی دی جاتی ہیں لیکن اگر وہاں پہنچنے سے پہلے ہی خدا کا بلاوا آجائے تو پھر فرشتے انہیں اٹھا کر ہماری قبروں میں رکھ دیتے ہیں کہ جاؤ اپنا کیا دھرا ساتھ لے جاؤ۔

اگر حج کی توفیق ہو جائے تو پہلے کی باندھی ہوئی گٹھڑیوں سے تو واقعی پیچھا چھوٹ جاتا ہے لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ اگر اس کے بعد احتیاط سے کام نہ لیا جائے تو مزید گٹھڑیوں کے بندھنے میں بھی کچھ دیر نہیں لگتی۔ ایسے "ہمت والے" بھی موجود ہیں جو واپسی کے سفر ہی میں پھر گٹھڑیاں باندھنا شروع کر دیتے ہیں۔

ایسے لوگ بھی جو بظاہر بڑے دیندار نظر آتے ہیں اور صرف حج کرنے ہی کی نیت سے وہاں جاتے ہیں، سنجیدگی سے اس بات کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے کہ خطاؤں کا جو بوجھ روح کے کندھوں سے اترا ہے وہ اب پھر نہ جمع ہونا شروع ہو جائے اور بعض لوگ تو اتنے بے نیاز واقع ہوتے ہیں کہ انہیں صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے حج کرلیا ہے۔ باقی نہ تو انہیں پہلی گٹھڑیاں پھینک دیے جانے کا کوئی احساس ہوتا ہے اور نہ نئی گٹھڑیاں بندھتی نظر آتی ہیں۔

ہاں وہ خوش بخت اور دانا لوگ کہ جب ایک دفعہ ان کا نامہ اعمال صاف ہو گیا تو پھر وہ انتہائی چوکس ہو گئے کہ اب حتی الامکان اس پر کوئی سیاہی نہ آنے پائے، حج کا پورا فائدہ یہی عقلمند اٹھاتے ہیں۔

یاد رکھئے کہ ایک عام متوسط درجے کی حیثیت کا مالک مسلمان زندگی میں صرف ایک دفعہ حج کرتا ہے اور اس بات کا بہت کم امکان ہوتا ہے کہ یہ سعادت اسے دوبارہ نصیب ہو۔ اس لئے اب دوبارہ گٹھڑیاں نہ باندھیں۔ اس بات کا شدید خطرہ ہے کہ اب کے یہ گٹھڑیاں آپ کے ساتھ ہی آپ کی قبر میں رکھ دی جائیں گی!!!

اللہ تعالیٰ ہمیں حج مبرور کرنے اور اس کو نباہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

www.ircpk.com